

بچے کی جنس کا انتخاب: فقہ اسلامی کی روشنی میں

عصمت اللہ

جدید میڈیکل سائنس کی ترقی نے جہاں انسان کو کئی فوائد سے ہم کنار کیا، وہیں دین اور مذہب کے حوالے سے ذہنوں میں سوالات بھی پیدا کیے ہیں۔ انھی سوالات میں سے ایک ماں کے پیٹ میں پرورش پانے والے بچے کی صنف معلوم کر لینا یا اس کی صنف کے تعین میں جدید تحقیقات کی معاونت سے مداخلت کرنا بھی ہے۔ سائنسی آلات کے ذریعے ماں کے پیٹ میں بچے (جنین) کی جنس، اس کو لاحق ہونے والی مختلف بیماریاں اور ان کے اثرات دریافت کیے گئے، پھر میڈیکل سائنس نے مزید پیش قدمی کرتے ہوئے حسب خواہش بچے یا بچی کی صنف کے تعین کو بھی ممکن بنا دیا اور آج دنیا میں اس طرح کے سینکڑوں آپریشن زیر عمل ہیں۔ اس کو نتیجے میں ایک مسلمان کے ذہن میں کئی طرح کے سوالات اور شکوک و شبہات کا پیدا ہونا فطری ہے مثلاً:

- ❖ کیا جنین کی صنف ماں کے پیٹ میں معلوم کی جاسکتی ہے؟
- ❖ اگر ہاں، تو کیا یہ ایمان اور مسلمہ اسلامی عقیدہ سے متعارض نہیں؟
- ❖ کیا کوئی انسان جنین کی صنف کے تعین میں دخل انداز ہو سکتا ہے؟
- ❖ اگر ہاں، تو کیا یہ مشیت الہی اور ارادہ خداوندی کے خلاف نہیں؟
- ❖ اور کیا اسلام کے نقطہ نظر سے اولاد کے لیے بیٹے یا بیٹی کا انتخاب کرنا درست ہے؟ اور اس چناؤ کے لیے شرعی حدود و آداب کیا ہیں؟ اس مختصر مقالے میں انھی سوالات کا جواب تلاش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

اولاد: ایک فطری خواہش

بیٹے یا بیٹی کا انتخاب شادی شدہ جوڑوں کے لیے ایک خواہش ہی نہیں، بلکہ تمنا کا درجہ رکھتا ہے، بالخصوص ان لوگوں کے لیے جن کے ہاں اولاد میں صرف بیٹیاں ہی ہوں۔ یہ ہر زمانے میں ایک ایسی خواہش رہی ہے جس کے حصول کے لیے انسان سو جتن کرتا ہے، اور ایک موہوم امید کی تلاش میں موجود سکون اور اطمینان کو قربان

کرنے سے بھی پیچھے نہیں رہتا۔ زمانہ قدیم سے ایک غلط اور غیر متوازن سوچ انسان پر غالب رہی ہے کہ بچیاں بوجھ اور ذمے داری، جب کہ بچے دست و بازو، اور کسب و آمدن کا ذریعہ ہوتے ہیں۔

عربی ادب میں بچیوں سے کراہت و نفرت کی علامت کے طور پر ایک بدو- ابو حمزہ ضبی نامی- کا ذکر موجود ہے، اس نے کسی محفل میں اولاد کے فوائد و ثمرات سنے تو کہنے لگا: کسی عورت سے میری شادی کرادو، میں اس سے ایک نر بچہ حاصل کروں گا، پھر اسے گھڑ سواری سکھاؤں گا، تاکہ گھوڑ دوڑ کا میدان سبے تو اس میں مقابلہ جیت سکے، دوسرا اس کو کمان سے ایسی ماہرانہ تیر اندازی سکھاؤں گا کہ دشمن کی آنکھ میں نشانہ لگا کر تیر اندازی کرے، اور تیسرا اس کو شعر و ادب میں ایسی مہارت تامہ دلواؤں گا کہ اس میدان کے شہ سواروں کو چت کر دے۔ اس کے ان بھرپور عزائم کی تکمیل میں مدد بہم پہنچانے کے لیے ایک خاتون کا نکاح اس سے کرایا گیا، وقت گزرنے پر اس کے ہاں ایک بچی کی ولادت ہوئی، تو اس نے مایوسی کے جاہلیت پر مبنی جذبات کا اظہار کیا۔

خدا کا کرنا یہ ہوا کہ اس خاتون کو پھر حمل ہو گیا، اور بدو کو اپنی امیدیں اور تمنائیں بر آنے کا سہارا محسوس ہوا۔ شاید اس کے ذہن میں یہ تھا کہ اولاد کی صنف کے چناؤ میں ماں کا بھی کوئی کردار ہے، چنانچہ ولادت کا مرحلہ شروع ہوا تو بدو نے آخری موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے درد زہ میں مبتلا ”رباب“ نامی اپنی بیوی سے نرینہ اولاد کی درخواست پیش کی۔ اس کی یہ تمنا پوری نہ ہو سکی اور دو مرتبہ کی کوشش نتیجہ خیز نہ ہو سکی اور وہ خواہش کے باوجود نرینہ اولاد حاصل نہ کر سکا، اب تیسری مرتبہ پھر اس کے ہاں بچی کی پیدائش ہوئی تو اس نے غصے میں اپنا گھر چھوڑ دیا، اور پڑوس میں قریب ہی کہیں رہائش اختیار کر لی۔ کچھ عرصہ گزرنے کے بعد اس کا ماں بیٹی کے رہائشی خیمے کے پاس سے گزر ہوا تو دیکھا کہ ماں اپنی لختِ جگر بیٹی کے ساتھ کھیلتے ہوئے رجزیہ اشعار گنگنا رہی ہے:

مَا لِأَبِي حَمْرَةَ لَا يَأْتِينَا يَظَلُّ فِي الْبَيْتِ الَّذِي يَلِينَا
غَضَبَانَ أَنْ لَا نَلِدُ الْبَنِينَ تَاللَّهِ مَا ذَلِكَ فِي أَيَدِينَا
وَإِنَّمَا نَأْخُذُ مَا أُعْطِينَا وَنَحْنُ كَالْأَرْضِ لِرِزَارِعِينَا
نُنْبِتُ مَا قَدْ زَرَعُوهُ فِينَا

ابو حمزہ کو کیا ہو گیا کہ اب وہ ہمارے پاس نہیں آتا؟! حالاں کہ ہمارے قریب ہی ایک گھر میں ہوتا ہے، اس کو اس بات پر غصہ ہے کہ ہم نرینہ اولاد کیوں نہیں جنتے، بخدا! یہ بات ہمارے ہاتھ میں نہیں ہے کہ ہم بچے کی

جنس کا فیصلہ کریں۔ ہمیں جو کچھ عطیہ کیا جائے اسے قبول کرنے پر مجبور ہیں، بالکل زمین کی طرح کہ کاشت کرنے والے نے جو بیج زمین میں ڈالا ہم اسی کو اگاتے اور پروان چڑھاتے ہیں۔

ابوحزہ سلیم الفطرت عرب بدو تھا، اس نے ماں کی زبان سے بیٹی کے لیے ممتاز بھری لوریوں کو غور سے سنا اور ان میں چھپی حقیقت کو پالیا، اور یہ اشعار سننے ہی سیدھا خیے کے اندر آ گیا اور اپنی غلط اور غیر متوازن سوچ سے رجوع کرتے ہوئے اپنی بیوی کے سر کو بوسے دینے لگا، اور بیٹی سے پیار کیا اور کہا: رب کعبہ کی قسم! میں نے تم دونوں پر ظلم کیا۔^(۱)

اولاد کی صنف کا انتخاب بالعموم پیش آنے والا ایک ایسا سوال ہے، جس کا جواب خود قرآن مجید نے دیا کہ نرینہ اولاد کی خواہش اور چاہت کو انسان کی جبلت میں رکھا گیا ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿زَيْنَ النَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذَلِكَ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاللَّهُ عِنْدَهُ حُسْنُ الْمَقَابِلِ﴾^(۲) (یعنی لوگوں کے لیے مرغوباتِ نفس۔ عورتیں، نرینہ اولاد، سونے چاندی کے ڈھیر، چیدہ گھوڑے، مویشی اور زرعی زمینیں۔ بڑی خوش آئند بنا دی گئی ہیں، مگر یہ سب دنیا کی چند روزہ زندگی کے سامان ہیں۔ حقیقت میں جو بہتر ٹھکانا ہے، وہ تو اللہ کے پاس ہے۔)

شہوات سے مراد وہ چیزیں ہیں جو طبعی اور فطری طور پر انسان کو مرغوب اور پسندیدہ ہیں؛ اس لیے ان میں رغبت اور ان کی محبت ناپسندیدہ نہیں ہے، بہ شرطے کہ اعتدال کے اندر اور شریعت کے دائرے میں رہے۔ ان کی تزیین بھی اللہ کی طرف سے آزمائش ہے۔ اسی طرح بیٹوں کی محبت بھی ایک آزمائش ہے اگر اس کا مقصد اور نیت مسلمانوں کی قوت میں اضافہ اور بقا و تکثیر نسل ہے تو محمود ہے ورنہ مذموم۔

اسی طرح عقیدہ و ایمان کے لحاظ سے بھی قرآن مجید میں واضح کر دیا کہ جنس یا صنف جنین کا انتخاب اللہ تعالیٰ کی مشیتِ خاص، اور حکم کے تحت ہوتا ہے، چنانچہ خالق کو نین فرماتے ہیں: ﴿لِلَّهِ مُلْكُ السَّمَوَاتِ

۱- ابو عمر شہاب الدین احمد بن محمد المروف بہ ابن عبد ربہ اندلسی، العقد الفرید (بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۰۲ھ)،

۲: ۴۲-۴۳؛ ابو عثمان عمرو بن بحر المعروف بہ الجاحظ، البیان و البتین (بیروت: دار و مکتبۃ الهلال، ۱۴۲۳ھ)،

وَالَّذِينَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ يَهَبُ لِمَن يَشَاءُ إِنثًا وَنَهَبَ لِمَن يَشَاءُ الذَّكَوْرَ * أَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَإِنثًا وَيَجْعَلُ مَن يَشَاءُ عَاقِبَةً إِنَّهُ عَلِيمٌ قَدِيرٌ ﴿۳﴾ (اللہ زمین اور آسمانوں کی بادشاہی کا مالک ہے، جو کچھ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، جسے چاہتا ہے لڑکیاں دیتا ہے، جسے چاہتا ہے لڑکے دیتا ہے، جسے چاہتا ہے لڑکے اور لڑکیاں ملا جلا کر دیتا ہے، اور جسے چاہتا ہے بانجھ کر دیتا ہے۔ وہ سب کچھ جانتا اور ہر چیز پر قادر ہے۔)

یعنی زمین و آسمان کی بادشاہی کا مالک اکیلا اللہ تعالیٰ ہے اور اس کی بادشاہی کے مطلق (Absolute) ہونے کا ایک کھلا ہوا ثبوت یہ ہے کہ کوئی انسان، کبھی اس پر قادر نہیں ہو سکا ہے کہ دوسروں کو دلوانا تو درکنار، خود اپنے ہاں اپنی خواہش کے مطابق اولاد پیدا کر سکے۔ جسے خدا نے بانجھ کر دیا وہ کسی دوا اور کسی علاج اور کسی تعویذ گنڈے سے اولاد والا نہ بن سکا، جسے خدا نے لڑکیاں ہی لڑکیاں دیں، وہ ایک بیٹا بھی کسی تدبیر سے حاصل نہ کر سکا، اور جسے خدا نے لڑکے ہی لڑکے دیے وہ ایک بیٹی بھی کسی طرح نہ پاسکا۔ اس معاملے میں ہر ایک مکمل بے بس رہا ہے۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ اولاد کی نعمت سے نوازا، یا محروم رکھنا، صرف بیٹیاں دینا، یا صرف بیٹے دینا، یا دونوں۔ بیٹے اور بیٹیاں۔ دے دینا، سراسر خالق کی صواب دید، اور مشیت پر منحصر ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ ماں کے پیٹ میں پرورش پانے والا جنین بیٹا ہے یا بیٹا، اس کا فیصلہ بھی اللہ تعالیٰ ماں کے پیٹ میں نفع روح کے مرحلے سے بھی قبل کرتے ہیں، اور فرشتوں کو بھی اس راز کا علم نہیں ہوتا، بلکہ وہ اللہ تعالیٰ سے پوچھ کر اس کی جنس کو ریکارڈ کرتے ہیں۔

اس کی بہترین وضاحت حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی مشہور حدیث سے ہوتی ہے، جس میں وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صادق و صدوق نے فرمایا:

إِنَّ أَحَدَكُمْ يَجْمَعُ خَلْقَهُ فِي بَطْنِ أُمِّهِ أَرْبَعِينَ يَوْمًا، ثُمَّ يَكُونُ عَاقِبَةً مِّثْلَ ذَلِكَ ثُمَّ يَكُونُ مُضَعَّةً مِّثْلَ ذَلِكَ ثُمَّ يَبْعَثُ اللَّهُ مَلَكًا فَيُؤَمِّرُ بِأَرْبَعِ كَلِمَاتٍ وَيَقَالُ لَهُ: اكْتُبْ عَمَلَهُ وَرِزْقَهُ وَأَجَلَهُ وَشَقِي أَوْ سَعِيدٌ ثُمَّ يَنْفُخُ فِيهِ الرُّوحَ. ﴿۴﴾

۳- القرآن ۴۲: ۴۹-۵۰۔

۴- محمد بن اسماعیل البخاری، صحیح البخاری، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملائكة، حدیث: ۳۲۰۸، مسم بن

حجاج القشیری، صحیح مسلم، کتاب القدر، باب كيفية خلق الأدمي، حدیث: ۲۶۴۳۔

تم سب انسانوں میں سے ہر ایک کی پیدائش چالیس دن اس کی ماں کے پیٹ میں (واقع رحم میں مادہ ولوازم تخلیق کو) جمع کر کے پوری کی جاتی ہے، پھر اسی طرح نطفہ چپکنے والا خون (علقہ) بن جاتا ہے، پھر ایسے ہی وہ مضغ (منہ میں چبائی جانے والی ایک بوٹی کے بہ قدر گوشت) ہو جاتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ ایک فرشتے کو چار باتوں کا حکم دے کر بھیجتے ہیں کہ ان کو لکھ لو، اس کا عمل، اس کا رزق و روزی، اس کی مہلت عمل (موت کا وقت) اور شقاوت یا سعادت، پھر اس کے بعد اس میں روح پھونک دی جاتی ہے۔)

اب یہ بات مسلم ہے کہ زرینہ اولاد کی رغبت انسان کی جبلت و فطرت میں رکھی گئی ہے، اور اسلام نے بھی اس فطرت و جبلت کو چند قواعد و ضوابط کا پابند بنا کر، برقرار رکھا ہے۔

انھی قواعد و ضوابط میں سے ایک یہ ہے کہ کسی ایک جنس سے نفرت کی بنیاد پر صنف کا انتخاب اور چناؤ درست نہ ہوگا، کیوں کہ کسی خاص صنف کے وجود کو ختم (قتل) کرنا یا اس کو دنیا میں آمد سے قبل ہی اسقاط وغیرہ کے ذریعے روک دینا، وہ غلط ذہنیت ہے جو مشرکین عرب میں پائی جاتی تھی اور قرآن نے اس کی مذمت کی اور درست طرز فکر و عمل کی رہ نمائی کی: ﴿وَجَعَلُونَ لِلَّهِ الْبَنَاتِ سُبْحٰنَهُ وَلَهُمْ مَا يَشْتَهُونَ * وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُم بِالْأُنثَىٰ ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ * يَتَوَارَىٰ مِنَ الْقَوْمِ مِن سُوءِ مَا بُشِّرَ بِهِ ۚ أَيُمْسِكُهُ عَلَىٰ هُونٍ أَمْ يَدُسُّهُ فِي التُّرَابِ أَلَا سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ﴾^(۵) (یہ اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹیاں تجویز کرتے ہیں۔ سبحان اللہ! اور ان کے لیے وہ جو یہ خود چاہیں؟ جب ان میں سے کسی کو بیٹی کے پیدا ہونے کی خوش خبری دی جاتی ہے تو اس کے چہرے پر سیاہی چھا جاتی ہے اور وہ بس خون کا سا گھونٹ پی کر رہ جاتا ہے۔ لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے کہ اس بری خبر کے بعد کیا کسی کو منہ دکھائے۔ سوچتا ہے کہ ذلت کے ساتھ بیٹی کو لیے رہے یا مٹی میں دبا دے؟ دیکھو، کیسے برے حکم ہیں جو یہ خدا کے بارے میں لگاتے ہیں۔)

مزید فرمایا: ﴿وَإِذَا الْمَوْءِدَةُ سُئِلَتْ * بِأَيِّ ذَنْبٍ قُنِلَتْ *﴾^(۶) (اور جب زندہ گاڑی ہوئی

لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس قصور میں ماری گئی؟) اس آیت کے انداز بیان میں شدید غضب کا اظہار پایا جاتا ہے جس سے زیادہ غضب کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ بیٹی کو زندہ گاڑنے والے ماں باپ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں ایسے قابل نفرت ہوں گے کہ ان کو مخاطب کر کے یہ نہ پوچھا جائے گا کہ تم نے اس معصوم کو کیوں قتل کیا، بلکہ ان سے نگاہ پھیر

۵- القرآن ۱۶: ۵۷-۵۹۔

۶- القرآن ۸۱: ۸-۹۔

کر معصوم بچی سے پوچھا جائے گا کہ تو بے چاری آخر کس قصور میں ماری گئی، اور وہ اپنی داستان سنائے گی کہ ظالم ماں باپ نے اس کے ساتھ کیا ظلم کیا اور کس طرح اسے زندہ دفن کر دیا۔

اس کے علاوہ اس مختصر سی آیت میں ایک بہت بڑا مضمون الفاظ میں بیان کیے بغیر خود بہ خود اس کے اسلوب ادا سے ظاہر ہو رہا ہے کہ جس لڑکی کو زندہ دفن کر دیا گیا، آخر اس کی کہیں تو دادرسی ہونی چاہیے۔ اور جن ظالموں نے یہ ظلم کیا، آخر کبھی تو وہ وقت آنا چاہیے جب ان سے اس بے دردانہ ظلم کی باز پرس کی جائے۔ دفن ہونے والی لڑکی کی فریاد دنیا میں تو کوئی سننے والا نہ تھا۔ جاہلیت کے معاشرے میں اس فعل کو بالکل جائز کر رکھا گیا تھا، نہ ماں باپ کو اس پر کوئی شرم آتی تھی، نہ خاندان میں کوئی ان کو ملامت کرنے والا تھا، نہ معاشرے میں کوئی اس پر گرفت کرنے والا تھا؛ پھر کیا خدا کی خدائی میں ظلم عظیم بالکل ہی بے نتیجہ رہ جانا چاہیے؟

مشرکین عرب میں اس معاملے میں جو شقاوت برتی جاتی تھی اس کا قصہ ایک شخص نے خود نبی ﷺ سے ایک مرتبہ بیان کیا۔ سنن دارمی (۷) کے پہلے ہی باب میں حدیث منقول ہے کہ ایک شخص نے حضور ﷺ سے اپنے عہد جاہلیت کا یہ واقعہ بیان کیا کہ میری ایک بیٹی تھی جو مجھ سے بہت مانوس تھی۔ جب میں اس کو پکارتا تو دوڑی دوڑی میرے پاس آتی تھی۔ ایک روز میں نے اس کو بلایا اور اپنے ساتھ لے کر چل پڑا۔ راستے میں ایک کنواں آیا۔ میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے کنویں میں دھکا دے دیا۔ آخری آواز جو اس کی میرے کانوں میں آئی، وہ تھی ہاے ابا، ہاے ابا! یہ سن کر رسول اللہ ﷺ رو دیے اور آپ کے آنسو بہنے لگے۔ حاضرین میں سے ایک نے کہا اے شخص تو نے حضور کو غمگین کر دیا۔ حضور نے فرمایا اسے مت روکو، جس چیز کا اسے سخت احساس ہے اس کے بارے میں اسے سوال کرنے دو۔ پھر آپ نے اس سے فرمایا کہ اپنا قصہ بیان کر۔ اس نے دوبارہ اسے بیان کیا اور آپ سن کر اس قدر روئے کہ آپ کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ جاہلیت میں جو کچھ ہو گیا اللہ نے اسے معاف کر دیا، اب نئے سرے سے اپنی زندگی کا آغاز کر۔

در حقیقت یہ اسلام کی برکتوں میں سے ایک بڑی برکت ہے کہ اس نے نہ صرف یہ کہ عرب سے اس انتہائی سنگ دلانہ رسم کا خاتمہ کیا، بلکہ اس تنجیل کو مٹایا کہ بیٹی کی پیدائش کوئی حادثہ اور مصیبت ہے، جسے بادل ناخواستہ برداشت کیا جائے۔ اس کے برعکس اسلام نے یہ تعلیم دی کہ بیٹیوں کو پرورش کرنا، انھیں عمدہ تعلیم و

۷- ملاحظہ ہو: ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمن الدارمی، مسند الدارمی المعروف بہ سنن الدارمی، المقدمة، باب ما

كَانَ عَلَيْهِ النَّاسُ قَبْلَ مَبْعَثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْجَهْلِ وَالصَّلَاةِ، حَدِيث: ۲۔

تربیت دینا اور انھیں اس قابل بنانا کہ وہ ایک اچھی گھر والی بن سکیں، بہت بڑائی کی کام ہے۔ یہی وہ تعلیم ہے جس نے لڑکیوں کے متعلق لوگوں کا نقطہ نظر صرف عرب ہی میں نہیں، بلکہ دنیا کی ان تمام قوموں میں بدل دیا جو اسلام کی نعمت سے فیض یاب ہوتی چلی گئیں۔

ہم اس مضمون میں جدید طب کے پیدا کیے ہوئے اسی قسم کے اہم سوالوں کا جواب شرعی نصوص، فقہی قواعد، نیز معاصر فقہاء اور فقہی بحث و تحقیق کے اداروں کی آراء اور فتاویٰ کی روشنی میں دینے کی کوشش کریں گے۔ سوال یہ ہے کیا اسلام کی رو سے کوئی انسان اپنی نسل کے سلسلے میں بیٹے یا بیٹی میں سے کسی کا چناؤ کر سکتا ہے؟ کہ جدید طبی تحقیقات کے نتیجہ میں نومولود کی جنس کی تعیین میں ڈاکٹروں نے کامیابی حاصل کر لی ہے، اور ہمارے ملک سمیت دنیا کے بے شمار ممالک میں اس پر عمل ہو رہا ہے۔

جنس جنین کی تعیین کے اسباب و دوائے

یہ سوال بھی اہم ہے کہ کن اسباب کی بنیاد پر کسی خاص صنف کو دوسری پر ترجیح دی جاتی ہے؟ اس کے کئی

اسباب ہیں:

۱- اقتصادی و معاشی وجوہ

اقتصادی اور معاشی طور پر، بالعموم مرد ہی خاندان کا کمانے والا فرد شمار ہوتا ہے، اس لیے لڑکوں کو ترجیح دینا عام طور پر مروج رہا ہے۔ بیٹیوں کو تو اس امید پر پال لیا جاتا کہ بعد میں وہ حصول معیشت میں ہاتھ بٹائیں گے، مگر بیٹیوں کو اس لیے ہلاک کر دیا جاتا کہ انھیں جوان ہونے تک پالنا پڑے گا اور پھر انھیں بیاہ دینا ہو گا۔ زینہ اولاد کو صنف نازک پر ترجیح کا یہ سبب قدیم زمانے سے لے کر اب تک انسانی معاشرے میں موجود رہا ہے۔

۲- امن و امان اور دفاعی اسباب

دنیا میں امن و امان کے قیام و حفاظت نیز دشمن سے مقابلہ اور وطن و اہل وطن کی حفاظت کا فریضہ بالعموم مرد ہی سرانجام دیتے ہیں، اور جس معاشرے میں بد امنی عام ہو جائے تو اس میں بیٹیوں کو بیٹیوں کے مقابلے میں ترجیح دینا سمجھ میں آتا ہے کہ جتنے زیادہ بیٹے ہوں گے اتنے ہی حامی و مددگار ہوں گے، اور قبائلی جنگوں میں بیٹیوں کی حفاظت کرنی پڑتی تھی اور دفاع میں وہ کسی کام نہ آسکتی تھیں بلکہ قید ہو کر لونڈیاں بنالی جاتیں تھیں۔

۳- امراض سے حفاظت

بچوں میں بھی بڑی عمر کے لوگوں کی طرح بیماریاں پھیلتی ہیں، لیکن بعض مخصوص بیماریاں ایسی ہیں جو بچوں کی صرف ایک مخصوص - بالعموم مردانہ - جنس میں ہی پائی جاتی ہیں، مثلاً: ہیمو فیلیا (Haemophilia) اور پٹھوں کی کم زوری اور سکڑنے کی وراثتی بیماری (Duchenne Muscular Dystorphy) - طبی سائنس دانوں نے تقریباً دو سو ایسی بیماریاں دریافت کی ہیں جو صرف بچوں، لڑکوں میں ہی منتقل ہوتی ہیں۔ ایسی صورت میں والدین دوسری جنس یعنی بچی کا انتخاب زیادہ محفوظ، بہتر اور آسان محسوس کرتے ہیں۔

۴- انفرادی، و معاشرتی اسباب

کسی جوڑے کو اگر صرف زینہ اولاد ملی ہو یا صرف بچیاں ہی ہوں تو ان میں دوسری صنف کی اولاد کے حصول کی خواہش ایک فطری خواہش ہے، بالخصوص لڑکوں اور زینہ اولاد کی خواہش زیادہ زوردار اور قوی ہوتی ہے۔ زوجین میں سے کسی ایک یا دونوں کی، کسی صنف میں ذاتی رغبت یا خواہش بھی جنس جنین کے چناؤ کا سبب بن سکتی ہے، جیسے اگر کسی خاتون کے نظام تولید میں کوئی مشکل ہو اور آئندہ اولاد کے مواقع محدود اور استقرار حمل کے امکانات کم ہوں تو یہ ایسی صورت میں بیوی از خود یا کسی کے مشورہ و ترغیب پر، دونوں صنفوں میں کسی ایک صنف کے چناؤ کا راستہ اختیار کریں گے۔

۵- آبادی میں اضافے پر کنٹرول

بالعموم مشاہدے میں آیا ہے کہ بچیوں کی ماں زینہ اولاد کے انتظار میں، اپنی صحت کی پروا نہ کرتے ہوئے بھی مزید بچیوں کو جنم دیتی رہتی ہے تا آنکہ اس کی گود ایک بچے سے ہری ہو جائے۔ اب اگر اس کی فطری خواہش کی تکمیل میں ابتدا میں ہی اس کی مناسب رہ نمائی اور معاونت کی جائے تو وہ مزید اولاد کی پیدائش روکنے پر راضی ہو جاتی ہے۔ اس طرح آبادی میں لامحدود اضافے کا ایک سبب ختم کر کے اس کو کنٹرول کرنا آسان ہو سکتا ہے۔

۶- وراثتی جائے داد کو اپنے خاندان میں رکھنے کی خواہش

معاشرتی طور پر عورت کے ساتھ ہونے والے ظلم و ستم کی ایک پھیلی ہوئی، بالخصوص جاگیردارانہ معاشرے میں، اور عام دیکھی جانے والی صورت یہ ہے کہ اپنی جائے داد کو بچانے کے لیے عورت کی شادی نہیں کی جاتی یا پھر، نعوذ باللہ، قرآن کے ساتھ شادی کر دی جاتی ہے، لیکن جدید ٹیکنالوجی کے نتیجے میں ایسے لوگ اب اپنی

جائے داد کا وارث، خود منتخب کر سکتے ہیں کہ جدید طبی تدابیر سے بچہ حاصل کر لیں اور بچیوں کے ساتھ ظلم و زیادتی سے بھی بچ جائیں۔

جنس جنین کی تعیین کے طریقے

بیٹی یا بیٹے کا انتخاب کرنے کے کئی طریقے مروج ہیں، جن میں سے کچھ عقیدہ و ایمان، بعض سائنسی حقائق اور محض توہمات و خرافات پر مبنی ہیں، یہ طریقے دو طرح کے ہیں:

اول: تعیین جنس کے طبعی و فطری طریقے

اس میں بالعموم تعیین جنس کے طالب مرد یا عورتیں از خود، ایسے کام کرتے ہیں جن میں کسی دوسرے شخص کی کوئی معاونت یا مداخلت بہ ظاہر نظر نہیں آتی۔ طبعی اور فطری طریقے میں درج ذیل قسمیں شامل ہیں:

۱- خالق سے دعا و التجا

قرآن مجید نے جہاں واضح طور پر یہ بتایا کہ اولاد کی نعمت سے کسی کو نوازا، خالصتاً اللہ تعالیٰ کی صواب دید و مشیت ہے، وہیں پر یہ بھی بتایا کہ اس میں مایوس ہونے کی ضرورت نہیں، اللہ تعالیٰ کی مشیت و صواب دید کے معنی یہ نہیں کہ وہ خود بھی اس کا پابند ہو گیا ہے اور خود بھی اس کو تبدیل کرنے کی طاقت نہیں رکھتا، بلکہ اس کا درست مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسری کوئی ہستی ایسی نہیں جو اس میں اللہ تعالیٰ کی مرضی اور اس کے اذن کے بغیر، نعوذ باللہ، اللہ کی مرضی کے خلاف از خود اس میں کوئی تبدیلی کر سکے۔ جو لوگ اس مشیت میں تبدیلی کے خواہش مند ہوں ان کو واضح طور پر بتا دیا گیا کہ اس میں تبدیلی صرف اللہ تعالیٰ ہی کر سکتے ہیں:

﴿يَمْحُو اللَّهُ مَا يَشَاءُ وَيُنْثِقُ وَعِنْدَهُ أُمُّ الْكِتَابِ﴾^(۸) ”(أم الكتاب“ یعنی لوح محفوظ، اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے، وہ اس میں جو چاہتا ہے باقی رکھتا اور جو چاہتا ہے اس کو مٹا دیتا ہے۔)

اور اگر کسی کو، کسی بھی قسم کی کوئی تبدیلی کروانی ہو تو اس کے راستے بھی بھائے گئے کہ اسی خالق سے عاجزانہ درخواست کرے۔ یہ دعا اور درخواست عبادت ہی نہیں بلکہ عبادت کا مغز ہے، اور نہ صرف اولاد کے حصول میں بلکہ صنف کی تعیین، اور مستقبل میں شیاطین کے حملوں سے بچاؤ میں بھی مدد دیتی ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت نوح علیہ السلام کی زبان سے - بالخصوص اپنے گناہوں کی معافی اور پردہ پوشی کی دعا کو زینہ اولاد کا ذریعہ بتایا: ﴿فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا * يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا * وَيُمْدِدْكُمْ بِأَمْوَالٍ وَيَنْبِنَ وَيَجْعَلْ لَكُمْ جَنَّتٍ وَيَجْعَلْ لَكُمْ أَنْهَارًا *﴾^(۹) (میں نے کہا اپنے رب سے معافی مانگو، استغفار کرو، بے شک وہ بڑا معاف کرنے والا ہے، وہ تم پر آسمان سے خوب بارشیں برسائے گا، تمہیں بہت سارے مالوں اور زینہ اولاد سے نوازے گا، تمہارے لیے باغ پیدا کرے گا اور تمہارے لیے نہریں جاری کر دے گا۔)

سورہ ہود میں ہے کہ حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کو خطاب کر کے فرمایا: ﴿وَيَقَوْمِ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا وَيَزِدْكُمْ قُوَّةً إِلَى قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مَجْرِمِينَ﴾^(۱۰) (اور اے میری قوم کے لوگو، اپنے رب سے معافی چاہو، پھر اس کی طرف پلو، وہ تم پر آسمان سے خوب بارشیں برسائے گا اور تمہاری موجودہ قوت میں مزید قوت کا اضافہ کرے گا۔)

گویا استغفار جو دعا کی ایک قسم ہے، قوت، صحت و عافیت اور نشاط کا بلا واسطہ سبب ہے اور یہ سب چیزیں اولاد کے حصول میں بالواسطہ مددگار ہیں۔ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے بھی اسی سورہ ہود میں اہل مکہ کو مخاطب کر کے یہ بات فرمائی گئی: ”اور یہ کہ اپنے رب سے معافی چاہو، پھر اس کی طرف پلٹ آؤ تو وہ ایک مقرر وقت تک تم کو اچھا سامان زندگی دے گا۔“^(۱۱) ایک مرتبہ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کی مجلس میں ایک شخص نے خشک سالی کی شکایت کی۔ انھوں نے کہا کہ اللہ سے استغفار کرو۔ دوسرے شخص نے تنگ دستی کی شکایت کی، تیسرے نے کہا میرے ہاں اولاد نہیں ہوتی، چوتھے نے کہا میری زمین کی پیداوار کم ہو رہی ہے۔ ہر ایک کو وہ یہی جواب دیتے چلے گئے کہ استغفار کرو۔ لوگوں نے کہا یہ کیا معاملہ ہے کہ آپ سب کو مختلف شکایتوں کا ایک ہی علاج بتا رہے ہیں؟ انھوں نے جواب میں سورہ نوح کی یہ آیات سنا دیں۔^(۱۲) حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک انصاری

۹- القرآن ۷۱: ۱۰-۱۲۔

۱۰- القرآن ۱۱: ۵۲۔

۱۱- القرآن ۱۱: ۳۔

۱۲- ملاحظہ ہو: فخر الدین محمد بن عمر الرازی، مفاتیح الغیب (بیروت: دارالکتب العلمیہ، ۱۴۲۱ھ)، ۳۰: ۱۲۲۔

شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا: یا رسول اللہ ﷺ مجھے اب تک اولاد کی نعمت نہیں ملی، میرے ہاں بچہ نام کی کوئی چیز پیدا نہیں ہوئی، تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”فَأَيْنَ أَنْتَ مِنْ كَثْرَةِ الْإِسْتِغْفَارِ، وَكَثْرَةِ الصَّدَقَةِ تُرْزَقُ بِهَا.“ (تم کثرت کے ساتھ استغفار اور صدقہ کیوں نہیں کرتے! اسی سے تمہیں اولاد کی نعمت نصیب ہوگی۔) حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ شخص نبی کریم ﷺ کی ہدایت کے مطابق بہت زیادہ صدقہ کرتا، اور کثرت سے اپنے گناہوں سے توبہ و استغفار کرتا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو نونچے نصیب فرمائے۔^(۱۳) یہ حدیث دعا کے ذریعہ اولاد بالخصوص نرینہ اولاد کے حصول کی بہترین مثال ہے۔

اسی طرح نبی کریم ﷺ نے میاں بیوی دونوں کو مقاربت کے وقت دعا کی تعلیم دیتے ہوئے اس کے مستقبل میں ہونے والی اولاد پر اثرات بھی بتائے ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان میں سے جب کوئی شخص اپنے گھر والوں کے پاس جاتے (یعنی بیوی سے ملاقات کے) وقت اللہ تعالیٰ سے دعا کرے: ”بِسْمِ اللَّهِ، اللَّهُمَّ جَنِّبْنِي الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا.“ (اللہ تعالیٰ کے نام سے، اے اللہ! شیطان کو مجھ سے، اور جو کچھ آپ ہمیں عنایت فرمائیں، اس سے دور رکھ) پھر ان دونوں کو اس ملاقات کے نتیجے میں اولاد ملے تو اس کو شیطان کبھی نقصان نہ پہنچا سکے گا۔^(۱۴)

اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری کتاب قرآن مجید میں اپنے برگزیدہ نبیوں کے حوالے سے بتایا ہے کہ وہ بھی اللہ تعالیٰ سے ہی دعائیں کرتے تھے کہ وہ اولاد کی نعمت سے محرومی کے فیصلے کو تبدیل کر دے، یا بچی اور بچے میں سے مطلوب جنس کی اولاد سے نوازے، جیسا کہ حضرت زکریا کو یحییٰ علیہ السلام بڑھاپے میں دعا کے ذریعے عطا ہوئے:

﴿هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ ۖ قَالَ رَبِّ هَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۗ إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ ۗ * فَكَادَتْهُ الْمَلَائِكَةُ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي فِي الْمِحْرَابِ أَنَّ اللَّهَ يُبَشِّرُكَ بِيحْيَىٰ مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِنَ اللَّهِ وَسَيِّدًا وَحَصُورًا

۱۳- ابو حنیفہ نعمان بن ثابت، مسند أبي حنيفة رواية الحصكفي، كِتَابُ الطَّبِّ وَفَضْلِ الْمَرْضِ وَالرُّقَى وَالِدَعَوَاتِ، حدیث: ۱۲؛ شرح مسند أبي حنيفة، علي بن (سلطان) محمد، ابو الحسن نور الدين الملا الهروي القاري (البتوني: ۱۰۱۳ھ) تحقيق: الشيخ خليل محي الدين الميس (بيروت: دار الكتب العلمية، ۱۹۸۵ء)، ۵۸۷۔

۱۴- صحيح البخاري، النكاح، باب ما يقول الرجل إذا أتى أهله، حدیث: ۵۱۶۵۔

وَنَبِيًّا مِّنَ الصَّالِحِينَ ﴿١٥﴾ (یہ حال دیکھ کر زکریا نے اپنے رب کو پکارا ”پروردگار! اپنی قدرت سے مجھے نیک اولاد عطا کر۔ تو ہی دعائے والا ہے، جو اب میں فرشتوں نے آواز دی، جب کہ وہ محراب میں کھڑا نماز پڑھ رہا تھا، کہ اللہ تجھے یحییٰ کی خوش خبری دیتا ہے۔ وہ اللہ کی طرف سے ایک فرمان کی تصدیق کرنے والا بن کر آئے گا، اس میں سرداری اور بزرگی کی شان ہوگی، اپنے آپ کو نفسانی خواہشات سے مکمل طور پر روکے ہوئے ہو گا۔ نبوت سے سرفراز ہو گا اور صالحین میں شمار کیا جائے گا۔)

اور فرمایا:

﴿كَهَيْعَصَ * ذَكَرْ رَحْمَتَ رَبِّكَ عَبْدَهُ، زَكَرِيَّا * إِذْ نَادَى رَبَّهُ، نِدَاءً خَفِيًّا * قَالَ رَبِّ إِنِّي وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّي وَاشْتَعَلَ الرَّأْسُ شَيْبًا وَلَمْ أَكُنْ بِدُعَائِكَ رَبِّ شَقِيًّا * وَإِنِّي خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِن وَرَائِي وَكَانَتِ امْرَأَتِي عَاقِرًا فَهَبْ لِي مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا * يَرِثُنِي وَيَرِثُ مِنِّي آلِي يَعْقُوبُ ۖ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا * يٰزَكَرِيَّا إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ اسْمُهُ يَحْيَىٰ لَمْ نَجْعَلْ لَهُ مِن قَبْلُ سَمِيًّا﴾ (۱۶)

حضرت زکریا علیہ السلام نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ حضرت مریم علیہا السلام کو بے موسم میوے دیتا ہے تو اپنے پورے بڑھاپے اور بیوی کے بانجھ ہونے کے علم کے باوجود، آپ کو ایک دوسری قسم کے بے موسم میوے یعنی نیک اولاد طلب کرنے کی ہمت ہوئی، اور چونکہ یہ ظاہر یہ ایک ناممکن چیز کی طلب تھی، اس لیے نہایت پوشیدگی سے یہ دعا مانگی۔ ابھی اپنے عبادت خانے میں ہی تھے کہ فرشتوں نے انھیں خوش خبری سنادی کہ آپ کے ہاں ایک لڑکا ہو گا جس کا نام یحییٰ رکھنا، ساتھ ہی یہ بھی فرمادیا کہ یہ بشارت ہماری طرف سے نہیں بلکہ اللہ کی طرف سے ہے۔ اس کے بعد حضرت زکریا کو پہلی خوش خبری سے بڑی دوسری بشارت دی گئی کہ تمہارا یہ لڑکا نبی بھی ہو گا۔

دعا کے نتیجے میں بڑھاپے میں معجزانہ طور پر، اولاد کی نعمت سے نوازے جانے کا دوسرا واقعہ حضرت ابراہیم کو حضرت اسماعیل علیہما السلام جیسا بیٹا ملنے کا ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے نبوت سے بھی نوازا، چنانچہ فرمایا:

﴿رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ * فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ * فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يَبْنَئِي إِنِّي أَرَىٰ فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ فَانظُرْ مَاذَا تَرَىٰ ۗ قَالَ يَتَابَعْتِ أَفْعَلُ مَا تُؤْمَرُ ۖ سَتَجِدُنِي إِن شَاءَ اللَّهُ مِنَ

۱۵- القرآن ۳: ۳۸-۳۹۔

۱۶- القرآن ۱۹: ۱-۷۔

الصَّالِحِينَ ﴿۱۷﴾ (اے پروردگار، مجھے ایک بیٹا عطا کر جو صالحین میں سے ہو) (اس دعا کے جواب میں) ہم نے اس کو ایک حلیم (بردبار) لڑکے کی بشارت دی۔ وہ لڑکا جب اس کے ساتھ دوڑ دھوپ کرنے کی عمر کو پہنچ گیا تو (ایک روز) ابراہیم (علیہ السلام) نے اس سے کہا، ”بیٹا، میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں، اب تو بتا تیرا کیا خیال ہے؟“ اس نے کہا: ”ابا جان، جو کچھ آپ کو حکم دیا جا رہا ہے اسے کر ڈالیے، آپ ان شاء اللہ مجھے صابروں میں سے پائیں گے۔“

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو، حضرت اسحاق علیہ السلام کی بشارت بھی بڑھاپے میں ملی: ﴿وَأَمْرًا تُدْعَىٰ فَآئِمَةً فَضَحِكْتُمْ فَبَشَّرْنَاهَا بِإِسْحَاقَ وَمِنْ وَرَاءِ إِسْحَاقَ يَعْقُوبَ﴾ ﴿۱۸﴾ (ابراہیم کی بیوی بھی کھڑی ہوئی تھی، وہ یہ سن کر ہنس دی۔ پھر ہم نے اس کو اسحاق کی اور اسحاق کے بعد یعقوب کی خوش خبری دی۔)

اور فرمایا: ﴿فَلَمَّا اعْتَزَلْتُمْ وَمَا يُعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ كُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا﴾ ﴿۱۹﴾ (پس جب وہ ان لوگوں سے اور ان کے معبودان غیر اللہ سے جدا ہو گیا تو ہم نے اس کو اسحاق (علیہ السلام) اور یعقوب (علیہ السلام) جیسی اولاد دی اور ہر ایک کو نبی بنایا۔)

اور کبھی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مطلوب صنف کی اولاد نہ ملے، تو اس میں یقیناً اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی حکمت و مصلحت پوشیدہ ہوتی ہے جس کو اللہ تعالیٰ زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ بسا اوقات انسان اس حکمت و مصلحت کی تہ تک نہ پہنچنے کی وجہ سے رنجیدہ ہوتا ہے، جیسا کہ حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ کو دعا کے برعکس بچی ملی:

﴿إِذْ قَالَتْ أُمَّرَأْتُ عَمْرَنَ رَبِّ إِنِّي نَذَرْتُ لَكَ مَا فِي بَطْنِي مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّي إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ * فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ إِنِّي وَضَعْتُهَا أُنْثَىٰ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا وَضَعْتَ وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْأُنْثَىٰ وَإِنِّي سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ وَإِنِّي أُعِيذُهَا بِكَ وَذَرَيْتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ﴾ ﴿۲۰﴾

۱۷- القرآن ۳: ۱۰۰-۱۰۲۔

۱۸- القرآن ۱۱: ۷۱۔

۱۹- القرآن ۱۹: ۳۹۔

۲۰- القرآن ۳: ۳۵-۳۶۔

(وہ اس وقت سن رہا تھا جب عمران کی عورت کہہ رہی تھی کہ ”میرے پروردگار! میں اس بچے کو، جو میرے پیٹ میں ہے، تیری نذر کرتی ہوں، وہ تیرے ہی کام کے لیے وقف ہو گا۔ میری اس پیش کش کو قبول فرما۔ تو سننے اور جاننے والا ہے۔“ پھر جب وہ بچی اس کے ہاں پیدا ہوئی تو اس نے کہا: ”مالک! میرے ہاں تو لڑکی پیدا ہو گئی ہے، حالانکہ جو کچھ اس نے جنا تھا، اللہ کو اس کی خبر تھی۔ اور کوئی لڑکا اس لڑکی کی طرح نہ ہوتا۔ خیر، میں نے اس کا نام مریم رکھ دیا ہے اور میں اسے اور اس کی آئندہ نسل کو شیطان مردود کے فتنے سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔“)

دوم: تعیین جنس کے طبی و علاجی طریقے

اس پر عمل درآمد میں علاج لینے والے میاں بیوی، عورت مرد، کے علاوہ دیگر اشخاص بھی بہ طور معاون شریک ہوتے ہیں، اور یہ بالعموم ٹیسٹ ٹیوب بے بی یا زیادہ صحیح الفاظ میں مصنوعی بار آوری کے ذریعے عمل میں آتا ہے۔ یہ ایک جدید طریقہ تولید ہے جو بانجھ پن کے علاج کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ اور اس میں بالعموم جنس جنین کا چناؤ لیبارٹری میں ہوتا ہے، کبھی بار آوری سے قبل اور کبھی بار آوری کے بعد۔

۱۔ مصنوعی بیرونی بار آوری (ٹیسٹ ٹیوب بے بی) کا طریقہ

اس طریقے میں ٹیسٹ ٹیوب میں بار آور شدہ نطفے میں جنین کی جنس معلوم کر کے مطلوب جنس کو دوبارہ رحم مادر میں منتقل کیا جاتا اور بقیہ نطفوں کو ضائع کر دیا جاتا ہے۔ عورت کی ناف کے نیچے چھوٹا سا شگاف کر کے، لپرو اسکوپ (laparoscop) نامی ایک آلہ داخل کیا جاتا ہے، جس میں روشنی کا انتظام ہوتا ہے۔ اس کے ذریعے پختہ بیضوں کو حاصل کر لیا جاتا ہے اور اگر وہ نکلنے کے قریب ہوں تو عمل جراحی کے ذریعے حسب ضرورت پختہ بیضے حاصل کر لیے جاتے ہیں۔ حاصل شدہ زنانہ نطفوں کو مرد کے حاصل شدہ نطفوں کے ساتھ شامل کر دیا جاتا ہے۔ عام طور پر ایک شیشے کی نالی یا ٹیوب میں ملائے جاتے ہیں۔ یہ مجموعہ قرآن مجید کی اصطلاح میں (نطفة أمشاج = Zygote) کہلاتا ہے۔ اس میں مرد کے نطفے، عورت کے نطفوں کو با آور کر دیتے ہیں۔ مرد و عورت کے نطفوں والے اس مجموعے میں جنس طے ہو چکی ہوتی ہے اور وہ کروموسوم کے مطالعے کے ذریعے معلوم کی جا سکتی ہے۔

اب ان بار آور شدہ بیضوں کو ”کنولا“ نامی ایک پلاسٹک ٹیوب کے ذریعے رحم مادر میں پہنچا دیا جاتا ہے جہاں یہ بار آور شدہ بیضہ فطری طریقے پر نمو و افزائش کے دیگر مراحل طے کر کے مکمل بچے کی شکل میں جنم لیتا ہے۔

یہ طریقہ علاج، اب دنیا میں تقریباً سب سے زیادہ مروج ہے، کیوں کہ اس میں کامیابی کا تناسب سب سے زیادہ ہے۔

۱. حفاظتی انجکشن اور ہارمونی دوائیں:

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ عورت کو - مردانہ یا نسوانی - کسی ایک خاص جرثومے کے دستیاب حفاظتی انجکشن لگادیے جائیں جس سے اس قسم کے - مثلاً مردانہ (Y) یا زنانہ (X) - جرثومے اس کے جسم میں داخل ہوتے ہی کم زور ہو جائیں، اور دوسری قسم کے جرثومے اپنی طبعی و فطری طاقت کے بل بوتے پر نسوانی نطفہ سے جا ملیں، اس طرح مطلوبہ جنس کا نومولود حاصل کر لینا آسان اور ممکن ہو جائے گا۔ لیکن یہ انجکشن یا ہارمونی دوائیں ابھی تجرباتی مراحل سے گزر رہی ہیں، اس لیے ان کی افادیت کے متعلق کوئی حتمی بات کہنا قبل از وقت ہے۔

یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ بیضہ دان میں نشاط و طاقت کی دوا (CLOMIPHENE) استعمال کرنے سے بچی اور ہارمون (TESTERONE) استعمال کرنے سے بچہ پیدا ہونے کے امکانات زیادہ ہو جاتے ہیں۔

۳. منتخب جرثومے کے ذریعے بارآوری:

قبل ازیں یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ میڈیکل سائنس دان عورت اور مرد کے نطفوں میں مردانہ اور زنانہ کروموسومز کو الگ کرنے اور ہر ایک کی خصوصیات، اور کام معلوم کرنے میں کامیاب ہو چکے ہیں۔ اس طریقے میں طبی ماہرین، مرد کے نطفے میں موجود انھی زنانہ (x) اور مردانہ (y) خصوصیات کے جرثوموں کو الگ الگ کر کے مطلوب صنف کے جرثومہ کو عورت کے بیضہ (Egg) کے ساتھ ملاتے ہیں۔

اس سلسلے میں مصنوعی بیرونی بارآوری - ٹیسٹ ٹیوب بے بی - کا طریقہ یا براہ راست عورت کی بچہ دانی - رحم - میں انجکشن، کسی بھی طریقے کو اختیار کیا جاسکتا ہے۔

اب تک کی معلومات کے مطابق یہ طریقہ سب سے زیادہ کامیاب ہے اور اس کی کامیابی کا تناسب ۹۵% فی صد سے بھی زیادہ ہے۔ البتہ اس طریقہ میں خطرات یہ ہیں کہ جرثوموں کو الگ کرنے کے عمل میں ان کو کیمیائی اور شعاعی عمل سے گزارا جاتا ہے، اس پیچیدہ عمل سے ان کو نقصان پہنچتا ہے جس کا نتیجہ بعض اوقات اسقاط حمل اور بعض اوقات ناقص اٹلقت بچوں کی پیدائش کی صورت میں نکلتا ہے۔

۴. جنس معلوم ہونے پر اسقاطِ حمل:

جدید میڈیکل سائنس نے ماں کے پیٹ میں پرورش پانے والے بچے کی صنف معلوم کرنے میں جو کامیابی حاصل کر لی ہے، اس سے جہاں انسان کی تحقیق و جستجو کو تسکین ملی وہیں پر، غیر مطلوب جنس کی صورت میں اسقاطِ حمل بھی عام ہوا اور اس شکل میں بچوں کے خلاف جرائم میں خوف ناک حد تک اضافہ ہوا ہے۔ اس طرح اسقاطِ حمل کے ذریعے آبادی کو کنٹرول کرنے اور کم کرنے کے علاوہ، اولاد کی غیر مرغوب صنف کی آمد بھی روکی جاتی ہے۔

کیا جنین کی صنف معلوم کر لینا اسلامی عقائد کے خلاف ہے؟

اب ہم اس بحث کے ایک اہم اور بنیادی سوال کو لیتے ہیں۔ کیا ماں کے پیٹ میں صنف کا علم عقیدہ و ایمان کے خلاف ہے؟ اس میں شک نہیں کہ ماں کے پیٹ میں صنف جنین کا علم اللہ تعالیٰ کے خصائص میں سے ہے اور وہی اس کو جانتے ہیں، کسی انسان کو اس کا علم ماننا اسلامی عقیدے کے خلاف ہے۔ کسی انسان کو اس کا علم ہونا یا اس طرح کا دعویٰ کرنا بہ ظاہر اسلام کے ثابت شدہ عقیدے سے ٹکراتا ہے اور اس کے دو سبب ہیں:

اول: عام لوگوں میں یہ عام تصور ہے کہ ماں کے پیٹ میں بچے کے جملہ حالات بہ شمول جنس۔ بچی یا بچہ۔ غیبی امور میں سے ہیں جن کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں ہو سکتا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿اللَّهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ أُنْثَىٰ وَمَا تَغِيضُ الْأَرْحَامَ وَمَا تَزِدُّنَّ وَمَا تَنْزِلُنَّ﴾ (اللہ ایک ایک حاملہ کے پیٹ سے واقف ہے۔ جو کچھ اس میں بنتا ہے اسے بھی وہ جانتا ہے اور جو کچھ اس میں کمی یا بیشی ہوتی ہے اس سے بھی وہ باخبر رہتا ہے۔ ہر چیز کے لیے اس کے ہاں ایک مقدر مقرر ہے۔)

سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر تفہیم القرآن میں، اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: اس سے مراد یہ ہے کہ ماؤں کے رحم میں بچے کے اعضاء اس کی قوتوں اور قابلیتوں، اور اس کی صلاحیتوں اور استعدادوں میں جو کچھ کمی یا زیادتی ہوتی ہے، اللہ براہ راست نگرانی میں ہوتا ہے۔ اسی طرح فرمایا: ﴿إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ﴾ (۲۲)

۲۱- القرآن ۱۳: ۸-۹۔

۲۲- القرآن ۳۱: ۳۴۔

اس آیت میں مذکور ان پانچ امور کو رسول اللہ ﷺ نے ”مفاتیح الغیب“ یعنی غیب کی کنجیاں قرار دیا ہے۔ اس حدیث کو امام بخاری نے اپنی صحیح میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”مَفَاتِيحُ الْغَيْبِ حَمْسٌ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا اللَّهُ لَا يَعْلَمُ مَا تَغِيصُ الْأَرْحَامُ إِلَّا اللَّهُ.“ (۲۳)

ان آیات و احادیث سے معلوم ہوا کہ خواتین کی بچہ دانیوں میں کیا ہے اس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے، تو کسی انسان کو اس کا علم اور صنف کا چناؤ کیسے ممکن ہو سکتا ہے؟

دوم: جب قرآن مجید نے واضح طور پر بتا دیا کہ بچی یا بچہ دینا اللہ تعالیٰ کی مشیت پر منحصر ہے، تو صنف کا چناؤ یا اس کی کوشش اللہ تعالیٰ کی قدرت و مشیت میں دخل اندازی ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ صحیح، ثابت شدہ شرعی دلیل اور سائنسی حقیقت دونوں قطعی اور یقینی اشیاء ہیں اور قطعیت میں کبھی تعارض اور تضاد نہیں ہو سکتا، اس لئے اگر بظاہر تعارض نظر آتا ہے، تو پھر یہ دیکھا جانا چاہیے کہ آیا شرعی دلیل کے ثبوت، فہم یا توجیہ و تفسیر میں کوئی خلل ہے؟ اگر نہیں تو پھر سائنس ابھی کسی درست نتیجہ تک نہیں پہنچ سکی۔ اور ظن و تخمین کو حقیقت کا درجہ دے دیا گیا ہے۔

قرآن مجید اور احادیث نبویہ میں (الْأَرْحَامُ) جمع کا لفظ استعمال کیا گیا ہے، اور اس کو انسانوں کے ساتھ خاص نہیں کیا گیا، بلکہ عام رکھا گیا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ بے شمار پرندوں، لاکھوں حیوانات اور اربوں انسانوں کی مادہ کے پیٹ میں کیا پرورش پارہا ہے؟ بیک وقت ان سب کا حقیقی اور یقینی علم صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے۔ اور دوسری مخلوق کا کیا سوال، صرف انسانوں میں صنف نازک کے پیٹ میں پرورش پانے والی اشیاء کا مکمل اور یقینی علم کسی ایک انسان یا گروہ کو حاصل ہونا ممکن نہیں۔ یہ سب علم صرف اللہ تعالیٰ کی خاصیت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس میں سے جتنا کچھ علم جس انسان کو جس وقت دینا چاہے وہ دیتا ہے، اور اسباب و وسائل کے ذریعہ دیتا ہے مثلاً: الٹرا سائونڈ، اور دیگر لیبارٹری ٹیسٹوں کے ذریعہ عورت کے پیٹ میں زیر پرورش جنین اور اس کے احوال و کیفیات کے بارے میں ظن غالب کے قریب علم ہو سکتا ہے، لیکن اس کے باوجود انسان اور اللہ تعالیٰ کے علم میں کوئی نسبت نہیں۔ اور اس سے قرآن و حدیث کے بیان کی صداقت پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔

اور اسی طرح تخلیق سے قبل کسی انسان کو بچہ کی صنف معلوم ہونا ممکن نہیں، اور یہ اسلامی عقیدہ و ایمان کے خلاف ہے۔ اور ایسے ہی تخلیق شروع ہونے کے بعد یہ جنین ماں کے پیٹ میں کتنا عرصہ رہے گا؟ کیا زندہ باہر آسکے گا؟ اس کی قسمت روزی کیا ہوگی؟ اور وہ کیا کام کرے گا؟ اور اس کا انجام کیا ہوگا، ایمان اور عمل صالح پر یا کفر و شرک اور فسق و فجور میں مبتلا

۲۳- صحیح البخاری، کتاب التوحید، التوحید، بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: ”عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يَظْهَرُ عَلَى غَيْبِهِ

أَحَدًا“ وَ ”إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ“، حدیث: ۴۷۷۸-۴

ہو کر؟ یہ سب باتیں، اللہ تعالیٰ کو معلوم ہیں، لیکن اس کے بتانے سے یا بعض اسباب کے ذریعہ ان میں بعض چیزیں مخلوق میں سے بھی کسی کو معلوم ہونے میں کوئی مانع نہیں ہے۔

اور بچہ یا بچی کا علم بھی اسباب کے تابع، اور جدید ذرائع و وسائل تحقیق کی مدد سے کسی انسان کو معلوم ہو سکتا ہے۔ یا اللہ تعالیٰ کی جانب سے باخبر کرنے سے بھی حقیقت حال معلوم ہو سکتی ہے جیسا کہ صحیح اور ثابت شدہ احادیث ہیں کہ فرشتوں کو استنقار حمل کے کچھ ہی عرصہ بعد، ماں کے پیٹ میں بچہ کی جنس، رزق، عمر، اور شقاوت و سعادت کے بارے میں بتادیا جاتا ہے، تو پھر یہ چیزیں، اس معنی میں غیب کی کتجیاں کیسے ہو سکتی ہیں کہ جس میں عام طور پر ان کو سمجھا جاتا ہے، کہ ان کا کسی قسم کا علم بھی اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو نہیں ہو سکتا۔ انہی نصوص پر مجموعی نظر کے پیش نظر مشہور، امام ابن کثیر دمشقی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی تفسیر قرآن میں فرماتے ہیں:

هَذِهِ مَفَاتِيحُ الْغَيْبِ الَّتِي اسْتَأْتَرَ اللَّهُ تَعَالَى بِعِلْمِهَا، فَلَا يَعْلَمُهَا أَحَدٌ إِلَّا بَعْدَ إِعْلَامِهِ تَعَالَى بِهَا؛ فَعَلِمَ وَقَتِ السَّاعَةِ لَا يَعْلَمُهُ نَبِيٌّ مُرْسَلٌ وَلَا مَلَكٌ مُقَرَّبٌ، ﴿لَا يُجَلِّيْهَا لَوْ قَبَّهَا إِلَّا هُوَ﴾ [الْأَعْرَافِ: ۱۸۷]، وَكَذَلِكَ أَنْزَلَ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهُ إِلَّا اللَّهُ، وَلَكِنْ إِذَا أَمَرَ بِهِ عِلْمَتُهُ الْمَلَائِكَةُ الْمُؤَكَّلُونَ بِذَلِكَ وَمَنْ شَاءَ اللَّهُ مَنْ خَلَقَهُ. وَكَذَلِكَ لَا يَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ مِمَّا يَرِيدُ أَنْ يُخْلِقَهُ اللَّهُ تَعَالَى سِوَاهُ، وَلَكِنْ إِذَا أَمَرَ بِكَوْنِهِ ذَكَرًا أَوْ أُنْثَى، أَوْ شَقِيًّا أَوْ سَعِيدًا عَلِمَ الْمَلَائِكَةُ الْمُؤَكَّلُونَ بِذَلِكَ، وَمَنْ شَاءَ اللَّهُ مَنْ خَلَقَهُ. (۲۳)

یہ مفاتیح غیب ہیں جن کا علم اللہ تعالیٰ نے صرف اپنے لیے مخصوص رکھا ہے۔ ان کا علم کسی کو اللہ تعالیٰ کے بتانے کے بعد ہی ہو سکتا ہے۔ قیامت کا مقرر وقت کوئی نبی مرسل یا مقرب فرشتہ بھی نہیں جانتا جیسے قرآن مجید میں فرمایا: ﴿لَا يُجَلِّيْهَا لَوْ قَبَّهَا إِلَّا هُوَ﴾ [الاعراف: ۱۸۷] قیامت کو اس کے وقت پر وہی جلوہ نما کرے گا۔ اسی طرح بارش کا وقت اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا، لیکن جب بارش کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے حکم و اذن مل جائے تو متعلقہ ذمہ دار فرشتوں کو اور خلق خدا میں سے جس کو اللہ تعالیٰ چاہے اس کا علم عطا فرماتے ہیں۔ اسی بچہ دانیوں میں اللہ تعالیٰ کیا تخلیق کرنا چاہتے ہیں؟ اُس کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس بچہ یا بچی، شقی یا سعادت مند ہونے کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے تو اس پر مامور فرشتوں اور مخلوق میں سے جسے اللہ تعالیٰ چاہیں بتادیتے ہیں۔

۲۳- ابو الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ت: سامی بن محمد سلامہ، (ریاض: دار طیبہ للنشر و

فرمایا: ﴿يَخْلُقُكُمْ فِي بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ خَلْقًا مِّنْ بَعْدِ خَلْقٍ فِي ظُلُمَاتٍ ثَلَاثٍ ذَٰلِكُمْ اللَّهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَأَنَّى تُصْرَفُونَ﴾ (۲۵) (وہ تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں تین تین تاریک پردوں کے اندر تمہیں ایک کے بعد ایک شکل دیتا چلا جاتا ہے۔ یہی اللہ (جس کے یہ کام ہیں) تمہارا رب ہے، بادشاہی اسی کی ہے، کوئی معبود اس کے سوا نہیں ہے، پھر تم کدھر سے پھرائے جا رہے ہو؟۔)

فرمایا: ﴿اللَّهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ أُنْثَىٰ وَمَا تَغِيضُ الْأَرْحَامُ وَمَا تَزِدَادُ وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ بِمِقْدَارٍ﴾ (۲۶) (اللہ ایک ایک حاملہ کے پیٹ سے واقف ہے۔ جو کچھ اس میں بنتا ہے اسے بھی وہ جانتا ہے اور جو کچھ اس میں کمی یا بیشی ہوتی ہے اس سے بھی وہ باخبر رہتا ہے۔ ہر چیز کے لیے اس کے ہاں ایک مقدار مقرر ہے۔)

رحموں کے اندر کمی بیشی سے بچوں کی تعداد کہ وہ ایک ہے یا دو یا زیادہ، نیز مدت حمل، کہ وہ چھ ماہ ہے یا سات ماہ یا آٹھ ماہ یا اس سے کم یا زیادہ، نیز بچوں کی غذا جو کہ عورت کے جسم کا خون ہے کہ وہ کم ہے یا زیادہ، سب ہی مراد ہو سکتے ہیں کلمہ ”ما“ کا عموم ان سب ہی صورتوں کو عام اور ان کو شامل ہے اور ان سب امور پر اس وحدہ لاشریک کا علم ہی حاوی اور محیط ہے۔

ارشاد ہے: ﴿وَنُقِرُّ فِي الْأَرْحَامِ مَا نَشَاءُ إِلَيْكَ أَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوا أَشَدَّكُمْ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُؤْتِقُ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُرْدُّ إِلَيْكَ أَرْدَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْئًا﴾ (۲۷) (ہم جس نطفے کو چاہتے ہیں ایک وقت خاص تک رحموں میں ٹھہرائے رکھتے ہیں، پھر تم کو ایک بچے کی صورت میں نکال لاتے ہیں، پھر تمہیں پرورش کرتے ہیں، تاکہ تم اپنی پوری جوانی کو پہنچو۔ اور تم میں سے کوئی پہلے ہی واپس بلا لیا جاتا ہے اور کوئی بدترین عمر کی طرف پھیر دیا جاتا ہے تاکہ سب کچھ جاننے کے بعد پھر کچھ نہ جانے۔)

۲۵- القرآن ۳۹: ۶۔

۲۶- القرآن ۱۳: ۸۔

۲۷- القرآن ۲۲: ۵۔

اسی طرح غیوبِ خمسہ کا ذکر قرآن مجید نے کیا: ﴿إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنزِلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ﴾ (۲۸) (اس گھڑی کا علم اللہ ہی کے پاس ہے، وہی بارش برساتا ہے، وہی جانتا ہے کہ ماؤں کے پیٹوں میں کیا پرورش پارہا ہے، کوئی تنفس نہیں جانتا کہ کل وہ کیا کمائی کرنے والا ہے اور نہ کسی شخص کو یہ خبر ہے کہ کس سرزمین میں اس کی موت آئی ہے، اللہ ہی سب کچھ جاننے والا اور باخبر ہے۔)

یعنی تمہاری اپنی بیویوں کے پیٹ میں تمہارے اپنے نطفے سے حمل قرار پاتا ہے جس سے تمہاری نسل کا مستقبل وابستہ ہوتا ہے۔ مگر تم نہیں جانتے کہ کیا چیز اس پیٹ میں پرورش پارہی ہے اور کس شکل میں کن بھلائیوں یا برائیوں کو لیے ہوئے وہ برآمد ہوگی۔

یہ ساری معلومات اللہ نے اپنے ہی پاس رکھی ہیں اور ان میں سے کسی کا علم بھی تم کو نہیں دیا۔ ان میں سے ایک ایک چیز ایسی ہے جسے تم چاہتے ہو کہ پہلے سے تمہیں اس کا علم ہو جائے تو کچھ اس کے لیے پیش بندی کر سکو لیکن تمہارے لیے اس کے سوا چارہ نہیں ہے کہ ان معاملات میں اللہ ہی کی تدبیر اور اسی کی قضا پر بھروسہ کرو۔

یہاں ایک بات اور بھی اچھی طرح سمجھ لینی ضروری ہے، کہ اس آیت میں امورِ غیب کی کوئی فہرست نہیں دی گئی ہے جن کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں ہے۔ یہاں تو صرف سامنے کی چند چیزیں مثلاً پیش بندی کی گئی ہیں جن سے انسان کی نہایت گہری اور قریبی دل چسپیاں وابستہ ہیں اور انسان اس سے بے خبر ہے۔ اس سے نتیجہ نکالنا درست نہ ہو گا کہ صرف یہی پانچ امور غیب ہیں جن کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ حالانکہ غیب نام ہی اس چیز کا ہے جو مخلوقات سے پوشیدہ اور صرف اللہ پر روشن ہو، اور فی الحقیقت اس غیب کی کوئی حد نہیں ہے۔

جنس جنین کے چناؤ کا شرعی حکم

اب ہم جنس جنین کے چناؤ کا شرعی حکم معاصر فقہاء اور اہل علم کی آرا کی روشنی میں بیان کریں گے۔ چونکہ یہ ایک نیا اور اجتہادی مسئلہ ہے اس لیے اہل علم کے ہاں چار قسم کی آرا پائی جاتی ہیں:

۱۔ جواز: یعنی ماں کے پیٹ میں زیر پرورش، یا استقرارِ حمل سے قبل بچے کی جنس کا چناؤ کر لینا شرعاً درست ہے۔ جواز کے قائلین میں جمہور اور اکثر اہل علم شامل ہیں۔ اور اداروں میں سے: لجنة الافتاء، وزارة الأوقاف، کویت، المجمع الفقہی الإسلامي رابطة عالم اسلامی، مجلس الإفتاء، اردن، دار الافتادار العلوم، کراچی کا موقف بھی یہی ہے۔

جواز کے قائلین کے دلائل یہ ہیں:

اولاً: اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حضرت نوح علیہ السلام کے واقعے میں نقل فرمایا: ﴿فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا * يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا * وَيُمْدِدْكُمْ بِأَمْوَالٍ وَيَنْبِنَ وَيَجْعَلْ لَكُمْ جَنَّاتٍ وَيَجْعَلْ لَكُمْ أَنْهَارًا﴾^(۲۹) (میں نے کہا اپنے رب سے معافی مانگو، استغفار کرو، بے شک وہ بڑا معاف کرنے والا ہے، وہ تم پر آسمان سے خوب بارشیں برسائے گا، تمہیں بہت سارے مالوں اور زرینہ اولاد سے نوازے گا، تمہارے لیے باغ پیدا کرے گا اور تمہارے لیے نہریں جاری کر دے گا۔)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ استغفار زرینہ اولاد کے حصول و طلب کا درست ذریعہ اور جائز سبب ہے، اسی لیے حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو اس کی ہدایت دی۔ اور استغفار کی طرح دیگر جائز اسباب کو بھی اختیار کیا جاسکتا ہے۔

اسی طرح قرآن مجید نے حضرت زکریا علیہ السلام کے واقعے میں زرینہ اولاد کے لیے ان کی دعا نقل فرمائی ہے: ﴿وَإِنِّي خِفْتُ الْمَوْلَىٰ مِنْ وَرَائِي وَكَانَتِ امْرَأَتِي عَاقِرًا فَهَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا * يَرْتَضِي مِنِّي وَرِثًا مِّنْ آلِ يَعْقُوبَ ۖ وَاجْعَلْهُ رَبِّي رَضِيًّا﴾^(۳۰) (میرے رب! مجھے اپنے بعد اپنے جانشین کے بارے میں خدشہ ہے، میری بیوی بانجھ ہے، اس لیے مجھے خاص اپنے پاس سے ایک جانشین عطا فرما جو میرا اور آل یعقوب علیہ السلام کا اصل وارث ہو، اور اس کو اپنی رضا بھی عطا کر۔)

۲۹- القرآن ۱۰: ۱۲-۱۰

۳۰- القرآن ۱۹: ۵-۶

اسی طرح قبیلہ عمران کی عورت، مریم عَلَيْهَا کی والدہ کی دعا قرآن مجید میں نقل ہوئی ہے جس میں انھوں نے اپنے پیٹ کی زینہ اولاد کو بہ طور نذر اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر بیت المقدس کی خدمت کے لیے وقف کیا تھا: (وہ اس وقت سن رہا تھا) جب عمران کی عورت کہہ رہی تھی کہ میرے پروردگار! میں اس بچے کو جو میرے پیٹ میں ہے تیری نذر کرتی ہوں، وہ تیرے ہی کام کے لیے وقف ہوگا۔ میری اس پیشکش کو قبول فرما۔ تو سننے اور جاننے والا ہے۔ بچی کی ولادت پر مایوسی کے ساتھ انھوں نے اللہ تعالیٰ سے دوبارہ دعا اور درخواست کرتے ہوئے جو یہ کہا: ”رَبِّ إِنِّي وَضَعْتُهَا أُنْثَىٰ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا وَضَعْتَ وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْأُنْثَىٰ. (مالک! میرے ہاں تو لڑکی پیدا ہوگئی ہے۔ حالاں کہ جو کچھ اس نے جنا تھا، اللہ کو اس کی خبر تھی۔ اور لڑکا لڑکی کی طرح نہیں ہوتا۔ خیر، میں نے اس کا نام مریم رکھ دیا ہے اور میں اسے اور اس کی آئندہ نسل کو شیطان مردود کے فتنے سے تیری پناہ میں دیتی ہوں“ تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ سے زینہ اولاد طلب کی تھی۔

اور دعا کی شرائط میں سے ایک یہ ہے کہ کسی ناجائز اور حرام چیز کے لیے نہ مانگی جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اولاد کی مخصوص صنف کی دعا بالخصوص زینہ اولاد کی دعا شرعاً جائز اور درست ہے، اور دیگر وسائل بھی دعا کی طرح جائز ہی شمار ہوں گے۔

حرج و ضرر کی نفی:

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے شریعت اور دین میں حرج کی نفی کی، جیسے فرماتے ہیں: ﴿وَمَا جَعَلْ عَلَيْهِمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ﴾^(۳۱) (اللہ تعالیٰ نے تم پر دین کے معاملے میں کوئی حرج نہیں رکھی۔)

ہماری شریعت میں حرج اور تنگی و ضرر نہیں ہے، اور جس خاتون کے ہاں نو یا دس بچیاں یا صرف بچے ہی پیدا ہوئے ہوں، اس کی دلی اور فطری خواہش ہوگی کہ بچوں کے ساتھ ایک آدھ بچی بھی مل جائے جو اس کے خصوصی معاملات میں معاونت کر سکے جن میں لڑکے یقیناً کچھ نہیں کر سکتے، اور اس کے خاوند کا جائز حق اور فطری تمنا ہے کہ لڑکیوں کی صورت میں ایک آدھ لڑکا بھی پیدا ہو جو اس کے نسب کی بقا اور حفاظت کا سبب بن سکے اور اپنی بہنوں کا دست و بازو ہو، سفر و حضر میں بہ طور محرم ان کا معاون ہو، اور یہ فطری طلب اور حاجت اگر جدید میڈیکل سائنس کے ذریعہ پوری ہو رہی ہو تو اس سے مستفید ہونے میں شرعاً کوئی رکاوٹ نہیں۔

نعمت وزینتِ اولاد کا حصول و اظہار:

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اولاد کو زینتِ دنیا قرار دیا: ﴿الْمَالُ وَالْبَنُونَ زِينَةُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَالْبَاقِيَاتُ الصَّالِحَاتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَخَيْرٌ أَمَلًا﴾^(۳۲) اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ أَنْ يَرَى أَنْتَ نِعْمَتَهُ عَلَى عَبْدِهِ، وَيُكْرَهُ الْبُؤْسَ وَالتَّبَاؤُسَ.“^(۳۳)

دونوں کو ملا کر پڑھنے سے معلوم ہوا کہ اولاد نعمت اور دنیوی زیب وزینت ہے، اور اللہ تعالیٰ کی باقی نعمتوں کی طرح اس نعمت - جس کی صلاحیت انسان کے اندر ودیعت کی گئی ہے - کا حصول و اظہار شرعاً مطلوب اور اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔ جس طرح ایک بانجھ انسان علاج کے ذریعے اولاد کے حصول کی کوشش کرتا ہے اسی طرح اولاد کی صنف کا چناؤ بھی اسباب میں سے ہے اس کو اختیار کرنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہونا چاہیے۔

جائز سبب اختیار کرنا

احادیث میں اختلاف جنس کا سبب بیان ہوا ہے۔ چنانچہ سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا کی حدیث میں آیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”إِنَّ مَاءَ الرَّجُلِ غَلِيظٌ أبيضٌ وَمَاءَ الْمَرْأَةِ رَقِيقٌ أَصْفَرٌ فَمَنْ أَيْهَمَا عَلَا أَوْ سَبَقَ يَكُونُ مِنْهُ الشَّبَه.“^(۳۴) مرد کا نطفہ گاڑھا سفید رنگ کا ہوتا ہے اور عورت کا پانی پتلا زرد رنگ کا ہوتا ہے۔ اور جو ان میں سے دوسرے پر ”برتری“ یا ”سبقت“ حاصل کر لے، اسی سے مشابہت ہوتی ہے۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ مولیٰ رسول اللہ ﷺ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کھڑا ہوا تھا کہ یہودی علما میں سے ایک عالم نے آکر کہا کہ میں آپ سے کچھ پوچھنے آیا ہوں ایسی چیز کے بارے میں، جسے اس زمین کے باشندوں میں سے صرف اللہ تعالیٰ کے نبی یا کوئی ایک دو آدمیوں ہی جانتے ہوں گے: جِئْتُ أَسْأَلُكَ

۳۲- القرآن ۱۸: ۳۶۔

۳۳- ابو عبد اللہ محمد بن سلامۃ القضاعی المصری، مسند الشہاب القضاعی، ت: حمدی بن عبد الحمید السلفی، (بیروت:

مؤسسة الرسالة، ۱۴۰۷ھ)، ۲: ۱۶۱، حدیث: ۱۱۰۱۔

۳۴- صحیح مسلم، کتاب الحيض، باب وجوب الغسل على المرأة بخروج المني منها، حدیث: ۳۰ (۳۱۱)۔

عَنِ الْوَلَدِ. قَالَ: "مَاءُ الرَّجُلِ أْبْيَضُ، وَمَاءُ الْمَرْأَةِ أَصْفَرُ، فَإِذَا اجْتَمَعَا، فَعَلَا مَنِي الرَّجُلِ مَنِي الْمَرْأَةِ، أَذْكَرَا بِإِذْنِ اللَّهِ، وَإِذَا عَلَا مَنِي الْمَرْأَةِ مَنِي الرَّجُلِ، آتَا بِإِذْنِ اللَّهِ." میں آپ سے بچے (کی پیدائش) کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہوں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: مرد کا نطفہ سفید اور عورت کا پانی زرد ہوتا ہے۔ جب یہ دونوں پانی جمع ہوتے ہیں تو اگر مرد کی منی پر غالب ہو جائے تو اللہ کے حکم سے بچہ پیدا ہوتا ہے اور اگر عورت کی منی پر غالب آجائے تو بچی پیدا ہوتی ہے اللہ کے حکم سے، یہودی نے کہا آپ ﷺ نے سچ فرمایا اور آپ ﷺ اللہ کے سچے نبی ہیں پھر وہ واپس چلا گیا تو نبی ﷺ نے فرمایا: اس یہودی نے مجھ سے جو سوال کیا، مجھے کسی بات کا علم نہ تھا، اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کا علم عطا فرمادیا۔^(۳۵)

ان احادیث سے جنس جنین کے اختلاف کے اسباب معلوم ہوئے، اور ان معلوم شدہ اسباب میں سے کسی سبب کو اختیار کرنا شرعاً درست اور جائز ہے، بالخصوص جب کہ معاملہ بالآخر اللہ تعالیٰ کے دستِ قدرت میں ہی رہے گا۔

عزل پر قیاس:

عزل کے بارے میں نبی ﷺ کا ارشاد ہے: "اعزِلْ عَنْهَا إِنْ شِئْتَ، فَإِنَّهُ سَيَأْتِيهَا مَا قَدَّرَ لَهَا." تم اگر چاہتے ہو تو عزل کر لو، لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے مقدر میں جو لکھ رکھا ہے وہ اس کو مل کر رہے گا۔ عزل ضبط ولادت کی ایک صورت ہے۔ جب مطلق ولادت کو روک دینا اللہ تعالیٰ کی مشیت و قدرت کے خلاف یا اس میں دخل اندازی کے مترادف نہ ہو، بلکہ جائز اور مباح ہو، تو صرف ایک صنف کی ولادت کو روک دینا بہ طریق اولیٰ جائز اور مباح ہو گا۔

اباحت اصلی:

جنس جنین کے چناؤ اور انتخاب کی ممانعت کی کوئی دلیل کتاب و سنت میں نہیں، تو اباحت اصلیہ کے قاعدے کے مطابق یہ جائز ہو گا، بالخصوص جب اس کے نتیجے میں کسی ممنوع اور حرام کا ارتکاب نہ پایا جائے۔

۳۵- صحیح مسلم، کتاب الحيض، باب بيان صفة مني الرجل، والمرأة وأن الولد مخلوق من مائهما،

نفع مند اشیاء کی اباحت:

فقہی قاعدہ: ”الأصل في الأشياء النافعة الإباحة.“ (مفید چیزوں کے بارے میں اصل یہ ہے کہ وہ جائز ہوتی ہیں۔) سے بھی جنس جنین کے چناؤ کی اجازت معلوم ہوتی ہے، کیوں کہ کسی بھی مفید چیز کی اجازت و اباحت مسلم ہے، تا آنکہ اس کی ممانعت آجائے۔ اب یہاں صنف کے انتخاب کی ممانعت موجود نہیں ہے، کیوں کہ نصوص میں ایک غیب کی خبر دی گئی اور ممانعت و نہی موجود نہیں ہے، اس لیے اجازت و اباحت بحال رہے گی۔

عدم جواز کی رائے

یعنی جنس جنین کا چناؤ قبل از استقرار حمل ہو یا بعد از استقرار، یہ عمل شرعاً جائز نہیں، یہ بعض اہل علم کی رائے ہے، اور اداروں میں سعودی عرب کے دارالافتاء (اللجنة الدائمة للإفتاء في المملكة العربية السعودية) کی رائے میں جنس جنین کے چناؤ میں میڈیکل سائنس اور ڈاکٹروں کے سب دعوے غلط اور ناممکن ہیں۔

عدم جواز کے قائلین نے بھی دلائل قرآن و حدیث سے استدلال کیا ہے، ان کے دلائل یہ ہیں:

اولاً: قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے صاف فرمایا: ﴿وَيَعَلِّمُهُ مَا فِي الْأَرْحَامِ﴾^(۳۶) اسی طرح فرمایا:

﴿اللَّهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ أُنْثَىٰ وَمَا تَغِيصُ الْأَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ بِمِقْدَارٍ﴾^(۳۷)

اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیب کی پانچ چاہیوں کا ذکر کرتے ہوئے ”بچہ دانیوں“ میں جو کچھ ہے اس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔

ان دو آیتوں اور حدیث سے معلوم ہوا کہ جس چیز کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے، اس (جنس جنین) کا علم کسی انسان کو کس طرح ہو سکتا ہے، جب علم ہی نہیں تو جنس میں حسبِ خواہش و رغبت انتخاب کوئی معنی نہیں رکھتا۔

۳۶- القرآن ۳۱: ۳۳-

۳۷- القرآن ۱۳: ۸-

دوسری دلیل

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿لِلَّهِ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ ۚ يَهَبُ لِمَن يَشَاءُ إِنشَاءً وَيَهَبُ لِمَن يَشَاءُ الذُّكُورَ ﴿۶۱﴾ أَوْ بُرُوجُهُمْ ذُكْرَانًا وَإِنشَاءً وَيَجْعَلُ مَن يَشَاءُ عَقِيمًا إِنَّهُ عَلِيمٌ قَدِيرٌ ﴿۶۲﴾﴾ (اللہ زمین اور آسمانوں کی بادشاہی کا مالک ہے، جو کچھ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، جسے چاہتا ہے لڑکیاں دیتا ہے، جسے چاہتا ہے لڑکے دیتا ہے، جسے چاہتا ہے لڑکے اور لڑکیاں ملا جلا کر دیتا ہے، اور جسے چاہتا ہے بانجھ کر دیتا ہے۔ وہ سب کچھ جانتا اور ہر چیز پر قادر ہے۔)

اس بھی واضح ہے کہ جنین کی تخلیق، اس کی جنس کی تعیین اور کس کو کون سی صنف عطا کرنا ہے، یہ سب اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ اب اس معاملے انسان کا دخل انداز ہونا دراصل اللہ تعالیٰ کی مشیت و ارادہ میں دخل اندازی کے مترادف ہے۔

تیسری دلیل

جنس کا چناؤ دراصل ایک قسم کی تغیر خلق اللہ میں داخل ہے جو شیطان کا چیلنج تھا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں خود بیان فرمایا، لیکن اس دلیل کی کم زوری عیاں اور واضح ہے۔ تغیر کا سوال وجود میں آنے کے بعد پیدا ہوتا ہے جبکہ انتخاب جنس کی بیشتر صورتوں میں یہ عمل جنین کے وجود میں آنے سے قبل ہو جاتا ہے۔ دوسرا یہ کہ نطفہ عورت و مرد دونوں کا انتخاب کے بعد بھی وہی ہوتا ہے جو قبل از انتخاب تھا، اس میں تبدیلی و تغیر کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

چوتھی دلیل

جنس جنین کے انتخاب کی آزادی کا لازمی اور حتمی نتیجہ، عورتوں اور مردوں کی تعداد میں عدم توازن کی صورت میں نکلے گا جو بے حد و حساب مفسد اور جرائم کی بنیاد بنے گا۔ انھی مفسد کے پیش نظر دنیا کے کئی ممالک نے اس عمل پر پابندی کے لیے قانون سازی کی ہے۔

اس کے جواب میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس عمل کے جواز کے قائلین محدود پیمانے پر اور صرف انفرادی سطح پر اس کی اجازت دیتے ہیں، وسیع پیمانے پر بہ طور پالیسی اس کو اختیار کرنے کی اجازت کسی نے نہیں دی۔

۳- توقف

کچھ اہل علم نے کسی رائے کے اختیار کرنے میں توقف کیا ہے۔ ان کا استدلال یہ ہے کہ یہ مسئلہ ابھی تک علم غیب میں شامل ہے، بیشتر پہلو واضح نہیں ہیں، اس لیے ضروری ہے انتظار کیا جائے؛ کیوں کہ اس مسئلے میں ابھی مزید اجتہاد کی ضرورت ہے۔

ظاہر ہے کہ یہ دلیل، ناواقفی اور کم علمی پر مبنی ہے، جنس جنین کا انتخاب مروج ہو چکا اور اس کا علم بھی پھیل چکا، اور اس کے سبھی پہلو واضح ہو چکے، اب شرعی رائے قائم کرنے میں کوئی ابہام مانع نہیں ہے۔

تفصیل

طبعی اور فطری ذرائع سے انتخاب درست، اور طبی و علاجی ذرائع سے ناجائز یا کم از کم مکرہ ہے۔

ترجیح

ہماری نظر جمہور فقہائے معاصرین کی رائے اقرب الی الکتاب والسنة ہے؛ اس لیے لوگوں کی جائز فطری خواہشات کو شرعی قواعد و ضوابط کی روشنی میں منضبط کر کے اباحت کا قول اختیار کرنا ہی بہتر ہے۔

جنس جنین کے چناؤ کے لیے ضوابط و شروط

جنس جنین کے انتخاب میں اگر کھلی آزادی دے دی جائے تو اس کے نہایت خطرناک نتائج برآمد ہو سکتے ہیں۔ اسی صورت حال کے پیش نظر اہل علم نے اس کے لیے کچھ حدود و قیود اور ضوابط و قواعد مقرر کیے ہیں تاکہ ان مفاسد اور نقصانات سے بچا جاسکے:

- ۱- ضرورت و حاجت کا وجود: جنس کے چناؤ کی اجازت صرف اسی صورت میں دی جائے جب اس کی ضرورت یا حاجت بہ منزلہ ضرورت موجود ہو، اور بہ قدر ضرورت، جب نفسیاتی اور طبی وجوہ کسی خاندان کے پاس ہوں تب ہی اس کو اختیار کیا جائے۔
- ۲- بہ طور عمومی پالیسی اس کو اختیار نہ کیا جائے کہ ہر ایک کو اس کی اجازت یا سہولت ہو، بلکہ صرف ضرورت مند خاندان یا افراد ہی مستفید ہو سکیں۔

۳- چونکہ اس کا اثر نسب پر ہو سکتا ہے جس کی حفاظت شریعت کے مقاصد میں سے ہے، اس لیے صرف محتاط اور خدا ترس دین دار اور قابل اعتماد لوگوں کے ذریعے ہی جنس جنین کے انتخاب کے مراحل میں مدد لی جائے۔

۴- اس کام کے دوران حتی الامکان ستر اور شرم گاہ کی حفاظت کے شرعی احکام و ہدایات کو ملحوظ رکھا جائے۔

۵- یہ پختہ ایمان رکھا جائے کہ یہ سائنسی طریقے صرف اسباب ہیں اور مؤثر بالذات نہیں ہیں بلکہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، اسی کی تقدیر اور مرضی سے ہوگا۔

علما اور اطبا کا اس پر اتفاق ہے کہ ماں کے پیٹ میں مختلف ٹیسٹوں کے ذریعہ بچے کی صنف معلوم کرنا درست اور جائز ہے، کیوں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق کردہ، موجود مخلوق کے متعلق معلومات حاصل کرنا ہے، اور خدائی تخلیق میں کوئی مداخلت نہیں ہے۔

جن نصوص سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ ماں کے رحم میں کسی چیز کا علم، غیب ہے جس کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا، اور جدید میڈیکل سائنس کی ترقی کے نتیجے میں، ماں کے پیٹ میں بچی یا بچہ کا علم یقینی حاصل ہونے میں بہ ظاہر جو متعارض ہے، علمائے کرام نے اس کا جواب دیا ہے:

۱- اللہ تعالیٰ کا ”علم ما فی الارحام“ جامع، اور تفصیلی ہے جو نطفے سے موت تک ہر لمحہ، ہر

مرحلہ، اور اس کی پیدائشی و فطری عادات، اخلاقی و کسبی صفات، زندگی بھر کی اچھی یا بری سرگرمیاں، زندگی کا اچھا یا برا خاتمہ، اور پھر برزخ و قیامت میں اس کا انجام، ان سب چیزوں کو محیط ہے، جب کہ انسان کا علم ناقص ہے اور زیادہ سے زیادہ وہ اب تک یہ معلوم کر سکا ہے کہ ماں کے پیٹ میں زیر پرورش بچہ ہے یا بچی؟ اور ان دونوں قسم کے علوم میں کوئی نسبت ہی نہیں۔

۲- ماں کے پیٹ میں بچے کی جنس معلوم کرنا، اللہ تعالیٰ کے علم کے ساتھ متعارض نہیں کیوں کہ

اللہ تعالیٰ اور انسان کے علم میں کوئی نسبت یا تقابل نہیں۔ اللہ کا علم جامع، سچا اور درست، اور

انسان کا علم ناقص اور جزوی ہے۔

جنس جنین کا قرآن و اسباب کے ذریعے علم حاصل کر لینا ناممکن نہیں اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے علم غیب پر

اثر انداز ہوتا ہے، کیوں کہ قرآن و اسباب کا علم، اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ اس نے اسباب اختیار کرنے کا

حکم دیا۔ یہ انسانی کوشش ہے جو اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تحت کامیاب اور بعض اوقات ناکام ہو جاتی ہے۔ اور ایک ظن غالب کی حیثیت رکھتی ہے، اگر اللہ تعالیٰ چاہیں تو اس سبب کی تاثیر کو ختم بھی کر سکتے ہیں۔

اس لیے کسی چیز کا مشیتِ الہی پر منحصر ہونا یہ معنی نہیں رکھتا کہ وہ بلا سبب ہے، بلکہ کسی سبب کے ذریعے بھی ہو سکتی ہے، جیسا کہ شقاوت و سعادت اور رزق، سب اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تابع ہونے کے باوجود ان کا حصول، اسباب کے تابع بھی ہے۔ اسباب کے سلسلے میں بندہ صرف ان کے حصول کی کوشش کرتا ہے اور بس، سبب کا موثر ہونا اور کسی نتیجہ کا برآمد ہونا صرف اللہ تعالیٰ کی مشیت و منظوری پر منحصر ہے۔

